جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا
اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا

زندگی ایک
الٰہی
راز ہے

Life: A Divine Mystery

مؤلف

قاری محمد ارشاد علی

تفصیلات طباعت

نام کتاب	زندگی ایک الٰہی راز ہے
مؤلف	محمد ارشاد علی مولوی عالم (نظامیہ)
صفحات	۳۷
اشاعت	مارچ ۲۰۱۸
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

مزید موضوعات

https://islahitohfa.com

تنبیہ

ترتیب

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

زندگی ایک الٰہی راز ہے

خود تمھارے نفوس میں (میری قدرت کی نشانیاں ہے۔

مقولہ ۔مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے ربّ کو پہچانا) قرآن مجید میں آتا ہے کہ انسان اپنے وجود پر غور کرے (تاکہ عظمت الٰہی کا پتہ چلے)۔﴿وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾
[الذاریات: ۲۱]

اور خود تمہارے نفوس میں (میری قدرت کی نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں ؟ مذکورہ آیت میں انسان کی ذات کی طرف توجّہ دلائی گئی ہے کہ انسان خود اپنے وجود یعنی اپنے جسم، اَعضاء وجوارح (جسم اور اس کے دیگر اَعضاء) اور اعضاء رئیسہ (دل و دماغ اور جگر) پر غور کرے جن میں اللہ ربّ العزت کی قدرت کا ایک دفتر ہے، اِسی لئے کائنات کو عالم اکّبر اور جب اِسکو سمیٹ کر انسان میں رکھ دیا تو یہ عالم اصغر کہلایا۔

خُود شَناسی سے خُدا شَناسی

خُدا شَناسی (یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچاننا) کیلیئے خُود شَناسی (خُد کو پہچاننا) ضروری ہے۔ خُود شَناسی میں تخلیق انسانی پر غور و فکر ضروری ہے۔ پھر بقاء انسانی اور بقاء نسل انسانی کا انتظام اور اہتمام کس طرح فرمایا، اُس پر بھی غور کریں تاکہ انسان اطاعت

الٰہی اور اطاعت رسول کی طرف آئے اور شکر الٰہی کا جذبہ پیدا ہونا لازم وملزوم ہے۔ شکر الٰہی کے جذبے سے خداپرستی کا جذبہ پیدا ہوگا اسکے ساتھ ساتھ خود بینی اور خودپرستی کا جذبہ ختم ہو جائیگا۔

عرفانِ نفس سے عرفانِ خدا

علم کے معنی جاننا اور عرفان کے معنی پہچاننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا عالم ہے اور اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا عارف ہے۔

فِی زمانہ قَحطُ الرِّجال (بھلے انسانوں کی قلّت) کا یہ عالَم ہے کہ عالِم ہزاروں میں ایک ہے اور عارف باللہ لاکھوں میں ایک ہو گیا۔ پھر اُن عارفین کے درجات میں بھی تفاوت (فرق) ہے لیکن معرفت خواہ کسی درجہ کی ہو ایک نعمت الٰہی ہے اِس نعمت سے کوئی حصّہ لئے بغیر مر جانا بربادی اور خسارے والی بات ہے۔ علم کا درجہ معرفت سے بڑھ کر ہے۔

جسقدر بھی معرفت اور بصیرت اللہ کے متعلق انسان مرتے وقت اپنے ساتھ لیگا اُسی کے بقدر اُس کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور دیدار، آخرت میں نصیب ہوگا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ علیہ نے فرمایا کہ میں علم زیادہ رکھتا ہوں اور جنید بغدادی رحمہ خدا کو زیادہ جانتے ہیں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ خدا کو جاننا معرفت ہے)

نفس کو کس طرح پہچانے؟۔

معرفت الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ پہلے نفس کو پہچاننا ہے۔ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک ظاہری جسم ہے جسکو ظاہری آنکھ دیکھتی ہے اور دوسری چیز روح

ہے (روح یا نفس یا دل یا جان) اور روح کی صفت (خاص کیفیت)، اللہ کی معرفت ہے۔ چنانچہ روح ہی سے اللہ مخاطب ہے اور اصل سعادت یعنی خوش بختی اور بد بختی اُسی کے لیے ہے۔ اُسی کی صفات اور اُسی کی حقیقت کا جاننا اللہ تبارک تعالیٰ کی معرفت کی کنجی ہے۔

انسان کو جو صفاتِ درندگی (ظلم و ناانصافی، جبر اور تسلط کے جذبات والا نفس) اور صفات حیوانی (شہوانیت اور خواہشات والا نفس) دیگئیں ہیں اُن کو عقل کے تحت کر دے اور عقل پر حکومت شرع (خدا کا قانون) کی ہو اور اپنے ذاتی ارادے، آزادی اور اختیار سے ہاتھ اُٹھا لے، اِسکے لئے تزکیہ نفس کرے مزید تفصیلات کیلیئے میری کتاب "**اسلام کا روحانی نظام**" دیکھیں۔

انسان کی تخلیق

عظمت الٰہی اور قدرت الٰہی کو سمجھنے کیلیئے کائنات کے اندر کافی نشانیاں موجود ہیں۔ ﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ﴾ [الذاریات: ۲۰] (اور یقین کرنیوالوں کیلیئے زمین میں اللہ کی نشانیاں ہیں)۔

انسان کی ہستی میں اللہ تعالیٰ کی حقیقی اور واقعی تدبیر کارفرما ہے اور ہر ایک کے وجود اور نشو و نما کا ایک ایک مرحلہ اسکے ارادی فیصلے پر ہی طے ہوتا ہے۔ فرد انسانی کا عدم سے وجود تک مختلف مراحل اور منازل سے گزرنا یہ دراصل ایک حکیم اور قادر مطلق کا کرشمہ تخلیق ہے۔ ہر مرحلے پر اُس حکیم کا ارادی فیصلہ کام کرتا ہے کہ کس کو زندہ نکالنا اور کس کو مُردہ نکالنا اور کس کو

معمولی سادے سیدھے انسان کی صورت دینا اور کس کو غیر معمولی صورتوں میں سے ایک صورت دینا۔ کس کو صحیح وسالم، کس کو اندھا، کس کو بہرہ بنا کر باہر لانا ہے اور کس کو خوبصورت اور کس کو بدصورت، کسکو مرد اور کس کو عورت، کس کو اعلیٰ درجے کی قوتیں، صلاحیتیں دیکر بھیجنا ہے اور کون کُند ذہن اور کون ذہین وغیرہ وغیرہ یہ تخلیق اور تشکیل کا عمل ہر روز کروڑوں رحموں (wombs) میں ہو رہا ہے اور پوری نوع انسانی کے فیصلے جو قسمتوں کے ہیں اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

انسان کے جذبات

جیسے محبت، نفرت، ہجر وفراق (جدائی)، قرب و وصل (مل جانا)، امید اور ڈر، خوف اور اَمن، غصّہ اور غضب، تڑپ اور پھڑک وغیرہ یہ سب انسان میں کہاں سے آگئے۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ یہ سب احساسات، جذبات اور نیکی اور بدی کے تصوّرات اللہ تعالیٰ نے انسان کی روح میں انعام فرمادیا ہے۔
قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجیئے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے) یعنی ربّ کا امر ہے اور ربّ کی شان ہے۔ روح کی مزید تفصیلات نہیں بتلائی گئیں بلکہ یہ کہدیا گیا کہ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا [سورة الإسراء: ٨٥] اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔

علوم سائنس کی اہمیت، قرآن فہمی کے تناظر میں

(۱) سائنس آدمی کو خدا پر ایمان کی دعوت دیتی ہے۔

(۲) سائنس کائنات کے وجود کو خالق کی طرف سے ہونے کو ثابت کرتی ہے۔

(۳) ناخدا شناس وہی ہے جو کائنات کے رُمُوز (یعنی اشاروں) اور اَسرار (یعنی بھیدوں) کو نہ سمجھ سکے۔

(۴) جدید سائنس کیوجہ سے اللہ کی ذات ہمارے سامنے جلوہ گر ہو گئی ہے۔

(۵) جدید سائنس، ایمان باللہ کا راستہ دکھاتی ہے۔

(۶) سائنس، قدرر کے وجود پر گواہ ہے اور جب تک ہم خالق کی تخلیق پر غور نہ کریں اسوقت تک وہ ہماری عقل میں نہیں آتا۔

(۷) اسلامی تعلیمات سائنسی علوم کی جانچہ پر پوری اترتی ہیں۔

(۸) معلومات کائنات (اور تسخیر کائنات بذریعہ سائنس) سے خالق کائنات کا ادراک (یعنی perception) ہوتا ہے, عرفان ہوتا ہے اور جس قدریہ عوامل مکمل ہوتے جائینگے اُسی موزونیت سے ایمان کی تکمیل ہوتی جائیگی۔

(۹) خلائی سفر (Space Journey) سے سائنس دان اس نتیجے پر پہنچے کہ خدا کا وجود ہے۔

(۱۰) سائنس دینی حقائق کو مشاہداتی سطح پر لاتا ہے یعنی پوشیدہ امور کو نظروں کے سامنے کردیتی ہے۔

(۱۱) مذہب، معرفت الٰہی کا نام ہے اور مظاہر فطرت، معرفت الٰہی میں مددگار ہیں اور سائنس کا علم، قدرت کی نشانیوں کو کھول کھول کر مشاہداتی سطح پر لاتا ہے۔

مسلمان اور سائنس

ہم بالعموم علمی اعتبار سے نہ تو قرآن کے مخاطب یعنی اُولُواالالباب کی حیثیت سے اِس کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ تو اِسکے خطاب پر کان دھرتے ہیں اور نہ "سِيرُوا فِي الْأَرْضِ" جیسے حکم پر لبیک کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اگر ہم دَورِ اُموی (۴۱ - ۱۳۲ھ) اور دورِ عباسی (۱۳۲ تا ۵۶۵ھ) کے طرز پر علم دین کے ساتھ علم ادراکیات (یعنی سائنس) اور عصری علوم کی تدریس کر کے اپنے نونہالوں کی تعمیر کرتے، اِن میں تخلیق کائنات میں پوشیدہ حکمت الٰہی، بغرض افاضہ بشری (For the benefit of humanity) کی فکر اور تدبر کو جگاتے اور کاوش و تحقیق کا جذبہ پیدا کرتے تو دانش اور عقلمندی سے بھرپور، حُرِّیَتُ پسندیہہ ملّت ، محکوم اور بھٹکتی نظر نہ آتی۔ محکوم، مرعوب ، مغلوب (conquered) اور مظلوم اور ذلیل و خوار نہ ہوتی۔

آج مسلمانوں کی سر بلندی علم دین کے ساتھ ساتھ عصری علوم میں پوشیدہ ہے۔ قرآن مجید کے ٦٦٦٦ آیات میں سے ایک ہزار آیات کا تعلق سائنسی معلومات سے ہے، سائنسی علوم سے ہے۔ بہر حال مسلمانوں کو دین اور دنیا دونوں معاملات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔

سائنس داں کیلئے کائناتی علم، دنیا کی تعمیر کیلئے ہے اور ایک مؤمن کیلئے سائنسی علم ایک علمی ہتھیار ہے جس سے دعوت تبلیغ کی جدو جہد میں کام لیتا ہے، جس سے وہ اپنی بات کو مدلل (Reason based) کر کے لوگوں کے سامنے رکھتا ہے ان کے علاوہ سائنسی ایجادات سے ترسیل اور تبلیغ Transmissional propagation

کا زیادہ سے زیادہ مفید کام لیا جا سکتا ہے۔ مسلم معاشرہ میں سائنسی علوم سے دوری ایک غیر صالح روّیہ ہے اور اکثر مسلم مسائل کی جڑ ہے۔

انسان کا جسم جوہر (یعنی ATOM) اور زندگی کا مجموعہ ہے

سائنسی تحقیق بتلاتی ہے کہ انسان کا جسم چند مادوں سے بنا ہے جیسے پانی کاربن، آکسیجن اور کچھ کیمیائی عناصر سے اور یہ سب بے شعور مادے ہیں۔

سائنس داں Robert Petison نے انسانی جسم کے ان مادوں کی قیمت بازار میں ۲۵ روپے بتلاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اِن مادی عناصر سے ایسا انمول آدمی بنادیا کہ وہ اسقدر قیمتی ہو گیا کہ روپیوں میں اُسکی قیمت مقرر نہیں کی جا سکتی۔ خُدا کی کاریگری عجیب ہے کہ وہ بے قیمت چیزوں سے انمول چیز کی تخلیق کرتا ہے اور وہ مردہ چیزوں کو زندہ چیزوں میں تبدیل کرتا ہے اور وہ بے شمار بے شعور مادوں سے بے شمار باشعور مخلوق پیدا کرتا ہے۔اسطرح انسان مادہ اور روح پر مشتمل ہے۔روح اور مادہ ملکر یعنی انسانِ مادے کو پید کر سکتا ہے لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ مادہ خود، انسان کو پیدا کر دے یا مادہ خود روح اور مادے کے مرکب (امتزاج) کا خالق ہو۔

انسان وہ ہے جس کو سائیں دریافت نہ کر سکی

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ انسان میں عقل اُس چیز سے پیدا ہو جائے جس میں (یعنی مادے میں) عقل نہ ہو۔ تعجب یہ ہے کہ بے عقل مادہ سے انسان میں عقل کدھر سے آگئی۔ اِسی طرح انسان میں علم آگیا، ارادہ آگیا۔اُس چیز سے جو خود اِن سے محروم ہے۔ اسطرح انسان میں دیکھنے اور سننے اور سونگھنے وغیرہ کی قوتیں اُس

چیز سے حاصل ہوں جو خود ان تمام چیزوں سے محروم ہو۔ انسان میں جذبات اور احساسات (Sentiments) اُس چیز سے پیدا ہو جائیں جو نہ تو خود خالق ہے اور نہ کسی دوسری چیز کا، اسلیئے کہ وہ خود عقل علم ارادہ، سماعت، بصارت، اخلاق، جذبات اور احساسات وغیرہ سے خالی ہے

کتاب "Man The Unknown" by Alex carrel میں مُصَنِّف کہتا ہے کہ انسان ایک پیچیدہ اور نا قابل تقسیم کُل ہے۔ کوئی چیز بھی آسانی کے ساتھ اُسکی نمایندگی نہیں کر سکتی۔ سائنس اب تک کوئی ایسا طریقہ نہ دریافت کر سکی کہ جسکی مدد سے اِسکی پوری ذات کو اِسکے اَجزاء اور بیرونی دنیا کے ساتھ اسکے تعلقات کو سمجھ سکیں۔ انسان کی ذات کا تجزیہ کرنیکے لئے مختلف فنّی مہارتوں سے مدد لینی پڑتی ہے اور مختلف علوم کے ماہروں سے کام لینا پڑتا ہے اور فطری طور پر یہ تمام علوم اپنے کسی عام مقصد کے متعلق کسی ایک متحدہ تصور اور نتیجے پر نہیں پہنچتے۔

ایک انسان کو جاننے اور سمجھنے کیلیئے علم تشریح (Anatomy)،

کیمیاء (Chemistry)، فعلیات (physiology)، نفسیات (psychology) تعلیمات، تاریخ، سماجیات، سیاسی اقتصادیات وغیرہ وغیرہ۔ اِن سارے علوم کے ماہروں کی خدمات ضروری ہیں۔

انسان بیک وقت ایک لاشہ ہے جسکو عِلم تشریح کا ماہر چیرتا پھاڑتا ہے اور انسان ایک باشعور ہے جس کا مشاہدہ ماہرین نفسیات کرتے ہیں وہ ایک شخصیت ہے جسکے اندر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یعنی انسان اپنی ذات کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے۔ وہ ایک کیمیائی مادہ بھی ہے جس سے جسم کی باریک ریشے بنتی ہیں اور وہ خلیوں

(cells) اور تغذیاتی رُطوبتوں (Nutrition Facts) کاایک حیرت انگیز گروہ ہے جنکے جسمانی قوانین کا مطالعہ ماہرین فعلیات کرتے ہیں۔ اسی طرح حفظان صحت اور تعلیمات کے ماہرین اپنے اعتبار سے اسکا مشاہدہ کرتے ہیں۔

انسان ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ ایک شاعر ،ایک ولی، ایک بہادر مزاج والا بھی ہے۔ اسطرح وہ نہ صرف ایک پیچیدہ ہستی ہے کہ جس کا تجزیہ سائنس کے فنّی ماہرین کر رہے ہیں بلکہ وہ انسانیت کے رجحانات ، قیاسات اور آرزوں کا مرکز بھی ہے۔

بلا شبہ انسان کو معلوم کرنیکی کوشش بھی کیگئی ہے چنانچہ اِسوقت دنیا کے تمام سائنس دانوں، فلسفیوں، صوفیوں، علماؤں اور شاعروں کے مشاہدات کا مواد معلومات کی صورت میں موجود ہے۔ مگر یہ انسان کی ذات کے صرف چند پہلووں کی دریافت ہو سکی ہے اور ہم انسان کواِس کی کُلّی حیثیت سے بخوبی نہیں سمجھ سکے ہیں ۔ اسطرح ہماری ناواقفیت بہت گہری ہے۔ اور ہماری اندرونی دنیا کے وسیع علاقے اب تک نامعلوم ہیں خواہ وہ خلیوں کا فعل ہو، ہم کو اعصابی خلیوں کا پورا پورا علم نہیں ہے۔ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ ہم نسیجوں (Tissues) اعضاء (Limbs) ،رطوبتوں (Fluids) اور شعور یعنی (Consciousness) سے مرکب ہیں لیکن شعور اور دماغ کے درمیان تعلقات کیسے ہیں وہ اب تک ایک راز ہے۔ ارادی قوت کس حدتک نظام جسمانی میں تبدیلیاں پیدا کر سکتی ہے اور کسطرح دماغ، اعضاء کے حالات سے متاثر ہوتا ہے۔ طرز زندگی ، غذا کے کیمیائی مادے

آب و ہوا اور تخلیاتی اور اخلاقی تربیتوں کے ذریعہ کسطرح جسمانی اور دماغی خصوصیات میں (جو کہ بطور وراثت ہر فرد کو ملتی ہیں) تبدیلیاں پیدا کر سکتی ہیں۔

ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ ڈھانچے (Skeleton) عضلات یعنی (Muscles) اور اعضاء (Limbs) اور دماغی اور روحانی سر گرمیوں کے درمیان کس قسم کے تعلقات ہیں۔ ہم اِن اسباب سے بھی ناواقف ہیں کہ کس طرح جسم میں اعصابی توازن (Balance in the Nervous system) قائم رہتا ہے اور کس طرح تکان یعنی (Fatigue) دور ہوتی ہے اور کسی طرح جسم میں بیماریوں کی مدافعت (Immunity) پیدا ہوتی ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ اخلاقی احساس، قوت فیصلہ (Decision force) اور جُراءت جیسے جذبات یعنی (Feelings, sentiment) کو کس طرح ترقی دی جاسکتی ہے۔ ذہنی، اخلاقی اور صوفیانہ سر گرمیوں کی اضافی اہمیت کیا ہے۔ جمالیاتی اور مذہبی احساس کی ضرورت کیا ہے؟ کس قسم کی قوت سے صوفیانہ سر گرمیوں کا تعلق ہے اب تک ہم اسکو بھی نہ جان سکے کہ تہذیب یافتہ آدمی کی مزید امید افزاء ترقی کیلئے کس قسم کا ماحول زیادہ مناسب ہے۔ کیا ہماری تعلیاتی اور روحانی ساخت سے کشمکش محنت اور تکلیف کو دور کرنا ممکن ہے۔ موجودہ تمدن میں ہم انسان کو زوال پزیر ہونے سے کس طرح روک سکتے ہیں۔ ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کے متعلق موجودہ تمام علوم کی مہارت بھی ناکافی ہے اور یہ سچ ہے کہ "اپنی ذات کے متعلق ہمارا علم ایک ابتدائی حالت میں ہے۔"

مذکورہ اقتباس اسبات کو ظاہر کرنیکے لیے کافی ہے کہ انسان کا علم ابھی تک "انسان" کو حاصل نہیں ہوا۔ انسانی وجود کے مادی حصّے کے بارے میں تو ہم بہت کچھ جانتے ہیں مگر وہ انسان جو اس مادی وجود کو کنڑول کرتا ہے اس سے ہم قطعاً لا علم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی اب تک راز بنی ہوئی ہے۔ اور جب تک یہ راز نہ کھلے زندگی کی صحیح تعمیر اور تشکیل ممکن نہیں ہے۔

الکس کیِرل (Alex carrel) کی مذکورہ کتاب اِسی انسان نا معلوم کو دریافت کرنیکی ایک سائینٹفک کوشش ہے اور اسطرح کی کوشش موجودہ زمانے میں بڑے پیمانے پر جاری ہے مگر اب تک کا نتیجہ صفر ہے۔

انسان کو سمجھنے میں ناکامی کیوں ہو رہی ہے؟

آج کا انسان سائنسی ترقی کیوجہ سے مادی دُنیا سے واقفیت حاصل کر لیا ہے اور اِسکو اپنی مرضی کے مطابق استعمال بھی کر رہا ہے جیسے آج کا انسان اٹیم (Atom) کو توڑ سکتا ہے، برفیلے علاقوں میں آبادیاں قائم کر سکتا ہے، خلاء کے دیگر سیّاروں (Planets) تک سفر کے منصوبے بنا رہا ہے اور کامیاب ہو رہا ہے۔ یہ سب اِس لئے ممکن ہے کہ انسان مادے کے اوصاف معلوم کر لیا ہے چنانچہ اسی طریقہ پر جب وہ انسان کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو ناکام ہو جاتا ہے اُسکے کئی وجوہات ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

تمہیداً یہ سمجھنا ضروری ہے کہ انسان پروٹو پلازم (Protoplasm) کے بنے ہوئے کروڑوں خلیوں پر مشتمل ایک جسم ہے۔ خود پروٹو پلازم (Protoplasm) کیا

ہے؟ یہ یونانی لفظ protos یعنی First اور پلازم کے معنی (Any thing form) اس طرح کوئی چیز جو ابتداء میں بنتی ہے۔

پروٹو پلازم کی حقیقت کیا ہے ؟ یہ مادہ حیات ہے۔ اسکے بغیر کوئی بھی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا، یہ مادہ حیات جانوروں اور پودوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ ایک پیچیدہ کیمیائی مرکب ہے۔ جو خلیوں یعنی (Cells) میں موجود ہوتا ہے۔

Protoplasm is a complex chemical compound constituting the main part of the tissue cells

سادہ الفاظ میں یہ زندگی کی اِکائی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جسطرح ہم ماری دُنیا کو سمجھنے کیلئے اسکا مطالعہ کرتے ہیں ٹھیک اُسی طریقہ پر پروٹو پلازم کا مطالعہ نہیں کر سکتے۔ جیسے پانی ہے۔ پانی کا ایک سالم (Molecule) آکسیجن کے ایک ایٹم اور ہائیڈروجن کے دو ایٹم سے مرکب ہے ہم اِن گیاسوں کو ان ہی تناسب سے ملا کر دوبارہ پانی کی شکل دے سکتے ہیں یا پانی کے سالم کو توڑ کر (Decompose) کر کے دوبارہ آکسیجن اور ہائیڈروجن میں تبدیل کر سکتے ہیں مگر انسان کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

سائنس نے وہ اجزاء معلوم کر لئے ہیں جو پروٹو پلازم میں پائے جاتے ہیں اور اِن کے مخصوص تناسب کو بھی دریافت کر چکے ہیں مگر سائنس داں یہ نہ کہہ سکے کہ اِن اجزاء کو اُسی مخصوص ترتیب سے ملا کر زندگی پیدا کریں حالانکہ دیگر کیمیائی مرکبات کو ان کے اجزاء وترکیبی کی اُسی مناسبت سے ملا دینے سے وہ بن جاتے ہیں لیکن پروٹو پلازم میں ایسا نہیں ہوتا یعنی اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ

کونسی مخصوص ترتیب ہے جسکے قائم رہنے سے پروٹو پلازم ذی روح بنتا ہے اور جہاں یہہ ترتیب بگڑتی ہے وہ غیر ذی روح ہو جاتا ہے یعنی مر جاتا ہے۔

گویا اصل میں وہ مخصوص ترتیب ہی ہے جو پروٹو پلازم میں روح (زندگی) کے وجود کی ذمّہ دار ہے مگر مشکل یہ ہے کہ ایک مخصوص ترتیب کو باقی رکھتے ہوے پرٹوپلزم کا کیمیائی تجزیہ نہیں کیا جا سکتا اِس کا تجزیہ کرنیکے لئے لازمی طور پر اِسکی کیمیائی ترتیب کو توڑنا پڑتا ہے اور جیسا ہی سائنس داں یہ عمل کرتے ہیں پروٹو پلازم کے اندر کی زندگی رخصت ہو جاتی ہے گویا پروٹو پلازم کا کیمیائی تجزیہ اُسوقت نہیں ہو سکتا کہ اس میں روح موجود ہو۔ ظاہر ہے کہ روح کی موجودگی میں اگر تجزیہ نہ کیا گیا۔ تو زندگی کی حقیقت معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور سائنس داں عاجز ہو جاتا ہے۔

سائنس داں انسانیت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے کیا اقدامات کرتے ہیں؟

اگر ایک سائنس داں یہ ذمّہ لیتا ہے کہ وہ انسان کی حقیقت معلوم کرلگا تو وہ انسان کے وجود کو جاننے کیلئے کئی علوم میں سے ابتداء عِلم نفسیات سے کرتا ہے وہ انسانوں کی آبادیوں سے اپنا مطالعہ شروع کرتا ہے پھر ایک عرصہ اس چھان بین میں لگا کر وہ اِس نتیجے میں پہونچتا ہے کہ سماج یا معاشرہ تو انسانوں کے مجموعے کا نام ہے اسلئے جب تک وہ انسان کو سمجھ نہ لے جماعت کو نہیں سمجھ سکتا چنانچہ وہ معاشرے کو چھوڑ کر انسان کا مطالعہ ایک فرد کی سطح پر شروع کرتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ نفسیات کے علم کی بہت سی شاخیں ہیں اور ہر شاخ کی فکر اور زاویہ نظر ایک دوسرے سے الگ ہے۔ ایک شاخ کا دعویٰ ہے کہ انسان کے تمام اعمال کا مرکز خود اِس کا "احساس" ہے۔ نفسیات کی کسی شاخ کا کہنا ہے کہ انسان خارجی دنیا سے

شعوری یا غیر شعوری طور پر جو تأثُّر قبول کرتا ہے اُس کا ہر کام اُس کا رد عمل رہتا ہے۔ اور کوئی شاخ یہہ کہتی ہے کہ انسان کے جنسی خواہشات ہی اسکے تمام اعمال کے مُحرّک ہیں۔ کسی شاخ کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کے اندر اپنے مقصد کو پا لینے کا ایک نا معلوم جذبہ ہے وہی جذبہ انسان کو متحرک کرتا ہے۔ اِسی طرح نفسیات کا ایک مکتب فکر انسان کے اندر شعور کو اصل قرار دیتا ہے اور اِسی کی روشنی میں انسان کی پوری ہستی کی تشریح کرتا ہے

مذکورہ خیالات کے جنگل کو دیکھ کر انسان سوچتا ہے کہ وہ انسانی وجود کے دوسرے حصّہ حیاتیات (Biology) کا مطالعہ کرے تا کہ وہ دونوں نتائج کو ملا کر کوئی رائے قائم کر سکے۔ اب وہ انسان کو اس حیثیت سے دیکھتا ہے جیسے وہ اسکو نظر آتا ہے کہ انسان عمومی طور پر حسب ذیل نظاموں کے مجموعے کا نام ہے

(1) Skeleton (2) Muscular System (3) Nervous System (4) Blood Circulatory System (5) Respiratory System (6) Digestive System (7) Uninary System (8) Genital System (9) Excretary System

ان مذکورہ نظاموں کی بنیاد چند کیمیائی تعاملاتی تبدیلیوں پر مشتمل ہے جو کچھ کیمیائی اشیاء اور اِن کے آپس کے عمل اور رد عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسم کا سارا نظام کیمیائی تحلیل (Metabolism) ہی کا ایک پیکر ہے۔ یعنی تحوّل کا ایک پیکر ہے۔ تحوُّل کیا ہے۔

What is metabolism?

It is a Greek word Meta means change i.e. the series of chemical changes in the living body by which life is

maintained. The tissues are broken down by wear and tear (Calabolism) and rebuilt (anabolism) continuously.

تحوّل : ایسے کیمیائی اعمال جن کا تعلق جاندار اشیاء سے ہے خواہ یہہ اعمال تعمیری ہوں یا تخریبی ہوں۔ دونوں قسم کے کیمیائی اعمال کو مجموعی طور پر تحوّل یعنی metabolism کہا جاتا ہے۔ اب وہ سائنس داں اس نتیجے پر پہونچتا ہے کہ جسم انسانی کا وجود اور اس کا نشوو نما کیمیاوی رد و بدل پر مبنی ہے۔ ایسی صورت میں وہ ضروری سمجھتا ہے کہ سب سے پہلے کیمیائی اشیاء اور ان کے آپس کے عمل اور رد عمل یعنی Action & Reaction کے اصولوں کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اسکے بغیر انسان کے بارے میں حقیقی اور قابل اطمینان معلومات نہ مل سکینگے۔ اسلئے اب وہ کیمیاء (Chemistry) اور طبعیات (physics) کا مطالعہ کرنے لگتا ہے۔ اسطرح اس میں ایک طویل عرصہ لگ جاتا ہے۔ کیمیاء اور طبعیات کا مطالعہ اسکو Molecule (سالم) اور ایٹم (Atom) کے مطالعہ تک لے جاتا ہے اور پھر وہ ایٹم کے اجزاء وترکیبی (الکٹران — پروٹان) وغیرہ کا مطالعہ شروع کر دیتا ہے جسکے بعد اسکو معلوم ہوتا ہے کہ ساری کائنات برقی لہروں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پھر وہ آگے بڑھتے بڑھتے جدید سائنس کے آخری شعبے نیوکلیر سائنس (Nuclear Science) میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسطرح اُسکے پاس معلومات کا ایک زبر دست مواد ہونیکے باوجود وہ اپنے مقصد کے اعتبار سے کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ اور جو سائنس داں انسان کی حقیقت معلوم کرنے نکلا تھا اور اسکے بعد اسکے متعلق قانون

وضع کرنا چاہتا تھا وہ ایک ایسی دنیا میں کھو گیا کہ اسکو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔

زندگی کے راز کو معلوم کرنے کا یہ عبرتناک انجام بتلاتا ہے کہ زندگی کا راز انسان کیلئے نا قابل دریافت ہے ایسا انسان گویا اس بیمار جیسا ہے جو اپنا علاج خود نہیں کر سکتا اور اسکو ایک ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہے۔ اس بات کا اشارہ ہے کہ اسکے لئے وہ اپنے اس خدا کا محتاج ہے جس نے اسکو وجود اور شکل بخشا۔ جسطرح خدا نے اسکو آکسیجن کا محتاج بنایا اور پھر آکسیجن کو بے حساب مقدار میں سارے کرّہ ارض کے اطراف ۶۰۰ کیلو میٹر تک پھیلا دیا۔ اُسی طرح اس نے انسان کو زندگی کی حقیقت جاننے کا محتاج بنا دیا اور پھر اپنے نبیوں کے ذریعے انسان کی زندگی کی حقیقت کو وہ واضح فرما دیا۔﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ [المؤمنون: ۱۴]

جسم اور روح کا رشتہ بھی عجب رشتہ ہے
عمر بھر ساتھ رہے اور تعارف نہ ہوا

کٹ گئی عمر مگر نام کوئی دے نہ سکا
زندگی تجھ سے میرا کون سا رشتہ ہے بتا

کاش ایک ایسا کرشمہ بھی کسی دن ہو جائے
ڈھونڈنے خود کو جو نکلوں تو تجھے پا جاوں

خلیہ اور اسکا عمل

سیل اور اس کا کام۔ Biology (علم حیاتیات) کے مطابق جاندار کے جسم، خلیات (یعنی Cell) سے بنے ہوتے ہیں۔ جبکہ بے جان ان اشیاء سے خالی ہوتے ہیں۔

جاندار کے جسم کے چند خاص خلیے منقسم (divide) ہو ہو کر اپنی تعدرد بڑھاتے ہیں اور یہ عمل زندگی میں ہوتا رہتا ہے۔ یہی نمو یعنی Growth کا سبب ہے۔
لیکن بے جان میں یہ cell division کا عمل نہیں ہوتا چنانچہ ان ہی میں سے کچھ خاص خلیے یعنی مادہ منویہ کے خلیے (Cells of semon) اپنے ہی جیسا جسم انسانی یا حیوانی یا نباتی بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

جیسے کسی پھل کا بیج جو کہ چند خلیوں سے ملکر بنا ہے اور اُس میں ایک بڑا درخت اگا نیکی صلاحیت ہوتی ہے یا پھر انسانی مادہ منویہ کا ایک حقیر بوند جس میں لاکھوں جاندار sperm cells ہوتے ہیں اور جن میں سے ہر ایک میں ایک مکمل انسان بنانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جبکہ جسم کے دوسرے خلیوں میں صرف اپنے ہی جیسا دوسرا خلیہ بنانے کی صلاحیت ہوتی ہے لیکن مکمل انسان یا درخت پیدا کر نیکی صلاحیت نہیں ہوتی۔

خلیہ (cell) کی دریافت سے علم حیاتیات میں ایک انقلاب آیا

جب تک کہ خورد بین (Microscope) کی ایجاد نہیں ہوئی تھی تب تک سائنس دانوں نے نباتات کو بے جان سمجھ رکھا تھا مگر اسکی ایجاد سے علم حیاتیات (biology) میں ایک انقلاب آیا چنانچہ خلیہ (Cell) کی دریافت ہوئی اور سائنس دانوں نے اسکی وہی حیثیت قرار دی جو حیثیت کسی عمارت میں ایک اینٹ کی ہوتی ہے۔ بہر حال Cell کسی بھی جاندر یا پودے کے جسم کی چھوٹی چھوٹی جاندار اکائیاں ہیں جن سے مکمل جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ Cell (خلیے) خود سانس لیتے ہیں، کھانا

کھاتے ہیں، فضلات خارج کرنے میں اپنے جسم کے اندر گرمی پیدا کرتے ہیں غرض کہ ایک مکمل انسان کا عمل صرف ایک خلیہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

خلیہ کا تجزیہ

سائنس دانوں نے جب خلیہ کی بناوٹ کا تجزیہ کیا تو محسوس کیا کہ Cell اور کچھ نہیں ہے بلکہ ہزاروں ایٹموں (Atoms) کا ایک خاص ربط اور تناسب ہے جو ایک خاص انداز سے جڑ کر خلیہ بن جاتا ہے اور پھر ایک خاص کام انجام دیتا ہے جو اس ربط سے پہلے نہیں تھا مگر اب cell بننے پر اس میں عمل شروع ہو گیا۔

یہ سارے ایٹم جب تک بکھری ہوی حالت میں تھے انھیں غذا کی ضرورت نہیں تھی۔ اور جب وہ اپنے کو ایک خلیہ میں تبدیل کر لئے تب انکو غذا کی ضرورت ہوئی اس ترکیب سے قبل افزائش نسل کا کچھ بھی خیال نہیں تھا اب یہ ہر منٹ پر ایک خلیہ سے دو، دو سے چار بنتے چلے جاتے ہیں اسکو cell division کہتے ہیں۔ آخر ان میں یہہ خاصیت اور یہ کیفیت کیسے پیدا ہو گئ۔

دوبارہ سائنس دانوں نے cell کے سارے ایٹموں کو بکھیر دیا تو وہ پہلے کی طرح بے جان ہو گئے نہ حرکت اور نہ غذا کی ضرورت اور نہ ہوا کی ضرورت، نہ افزائش نسل کا کام لیکن جیسے ہی ہزاروں ایٹموں سے ایک خاص ربط اور تناسب سے ایک Cell بن جاتا ہے تو اُس میں سانس لینے کا عمل، غذا حاصل کرنے کا عمل شروع ہو گیا اور افزائشہ نسل کرتے کرتے انکی تعداد کھربوں تک پہنچی تو وہ ایک خاص انفرادیت کا حامل ہو گیا ہے پھر اسکے اندر کچھ اور خاص خاص عمل بھی پیدا ہو گئے

کہ اب یہ بولتا ہے، روتا ہے، ہنستا ہے، غور و فکر کرتا ہے، جذبات بھی رکھتا ہے۔ حلیم بھی، صابر بھی ہے، غصہ بھی رکھتا ہے، علم بھی ہے، کبر بھی ہے اور احساسات بھی ہیں۔﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ [الشمس: ۸] پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔

انسان اپنی ابتدائی تخلیق پر غور کرے جبکہ وہ اسکے باپ کے صُلب میں ایک Cell کی حیثیت سے تھا۔ اور اس سے قبل چند Atom کی کیفیت میں تھا۔﴿مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ﴾﴿مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ﴾[عبس: ۱۸-۱۹]اُسے (خدانے) کس چیز سے بنایا؟ نطفے سے بنایا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا۔

خلیہ سے ابتداء اور کامل انسان اسکی انتہاء

سائنس داں حیرت میں تھے کہ رحم مادر (womb) میں پلتا ہوا ایک cell یعنی (fertilized ovum) جو مرد کے sperm اور عورت کے بیضے کے باہم ملاپ سے وجود میں آتا ہے ۔ وہ کس طرح علم کا سمندر اپنے میں رکھتا ہے کہ کوئی سائنس داں بن جاتا ہے تو کوئی فلسفی، کوئی مُدبّر، کوئی مُفکّر اور کوئی اپنے باپ کے خصوصیات اپنے میں لیکر پیدا ہوتا ہے تو کوئی غیر معمولی صحت کا مالک ہے اور یہہ سارے کے سارے معلومات کا سمندر ایک خلیہ کے اندر موجود ہے۔ جب یہ خلیہ اپنے کو تقسیم کرکے ایک سے دو، دو سے چار یہاں تک کہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں پہونچ جاتا ہے تو ان ہی میں سے چند خلیے ملکر اعصابی نظام، تو چند خلیے ملکر دل اور چند ملکر گردے اور چند ملکر ہڈیاں اور چند گوشت و پوست یہاں تک کہ ۹ ماہ

دس دن میں پورا انسان وجود میں آجاتا ہے۔اور یہ سارے کا سارا Information ایک خلیہ میں تھا کہ اس کارخانے میں ہر مزدور کے ذمّہ کیا کام کرنا ہے کس کو جگر بناتا ہے اور کس کو آنکھ بناتا ہے اور کس کو کان اور کس کو بال وغیرہ۔

Atoms → Cell → Cell divistion → پھر پورا انسان ۹ ماہ میں

Biology کے ماہرین Electron microscope ایجاد کر کے cell کے اندر معلومات کا ایک سمندر دیکھا۔Genetic Engineering کے سائنس دانوں نے جب خلیہ کا بغور مطالعہ کیا تو انھوں نے پایا کہ یہہ معلومات کا سمندر کوڈ (code) کی صورت میں ہے یعنی اشاروں کے طور پر ہے جسکو Gene کہتے ہیں۔ جو دراصل چند ایٹموں سے ملکر بنتے ہیں اور یہ خلیہ کے اندر ایک محفوظ ڈبہ کی صورت میں بند ہوتے ہیں جسکو Nucleus کہتے ہیں۔

What is Gene: - unit of heridily in Chromosome controlling a particular inherited characteristic of an Individual OR a factor in the Chromosome responsible for transmission of hereditary characteristics, irrespective of the Genes from the ther parent.

جی نی Gene کی دریافت ڈاکٹر ہر بند کورانا ماہر حیاتیات نے کی اور دنیا کو بتایا کہ دراصل یہہ جوڑے ہوتے ہیں۔ اور یہ ہر جاندار کے جسم کے ہر خلیہ میں ہوتے ہیں اسی کوڈ code (یعنی اشارے) کو پڑھنے کی کوشیش کی جارہی ہے اور ہزاروں سائنس داں اِس امر الٰہی (یعنی حکم الٰہی) کو جاننے کیلئے دن رات مصروف ہیں۔ انکو تھوڑی بہت کامیابی یہ ہوئی کہ انھوں نے نباتات کے Gene کے ایٹم کو اُلٹ

پُلٹ کر کے اناجوں کی ایک نسل سے دوسری نسل کے اناج اگانے میں کامیاب ہو گئے ہیں مگر جب سب اندھیرے میں تیر چلانا ہے کہ Gene کے کوڈ کو Decode کئے بغیر یعنی پڑھے اور سمجھے بغیر کیا جا رہا ہے۔ اِسوقت تک اِسکی مکمل معلومات انسانی قوت سے باہر ہے۔﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [الإسراء: ٨٥]

پورا نظام زندگی ایک ایک خلیہ کے اندر موجود ہے

ایک مثال: ایک ہرا پتّہ جو درخت کی ڈالی پر ہو، اُسکے اندر موجود لاکھوں خلیے اپنے اپنے افعال انجام دیتے رہتے ہیں۔ اور ہر ایک خلیہ کے اندر اُس کا Nucleus (مرکزہ) ہے جو اس خلیہ کا مرکزہ کہلاتا ہے اور یہی اسکا تناسلی نظام Reproductive system ہے۔ ہر خلیے سے نئے نئے خلیے اِسی لئے بنتے چلے جاتے ہیں۔ ہر خلیے کے اندر اسکے اپنے پھیپھڑے ہیں اور وہ اپنے کام میں ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد پتہ شاخ سے ٹوٹ کر زمین پر گرتا ہے اگر اُس پتے کو خردبین (Microscope) سے دیکھیں تو مذکورہ بالا تمام چیزیں پتے میں تو موجود ہیں لیکن اُن کے تمام کام بند ہیں نہ تو سانس لینے کے خلیے سانس لینے کا کام کر رہے ہیں اور نہ تو تناسلی کام ہو رہا ہے۔ یہ سب تبدیلی کسطرح ہوئی ؟۔

Biochemistry کے سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ جب تک پتہ شاخ پر تھا اُسوقت تک کیمیائی رد عمل ہو رہا تھا اور اُسکے ہر Cell کو وہ کیمیائی غذا مل رہی تھی جسکی کی انکو ضرورت تھی اِدھر غذا بند ہوئی اُدھر اعمال (Function) بند ہوگئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیمیائی غذا کیا تھی ؟

اسکا جواب یہ ہے کہ وہی چند ایٹم ،ہائیڈروجن کے،آکسیجن کے کیلیشیم کے اور پوٹاشیم کے ، کاربن کے ، نائٹروجن کے جو ایک خاص توازن میں جڑوں کے ذریعے پتوں تک پہنچ رہے تھے جیسے ہی توازن میں فرق آگیا کیمیائی عمل یعنی شعاعی ترکیب یعنی (photosynthesis) پتے کے اندر بند ہو گیا۔

ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیمیائی غذا کی سپلائی کا عمل کیوں بند ہو گیا۔ سائنس داں اِسکی وضاحت اس طرح کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

دراصل دو یا دو سے زیادہ ایٹمی ذرّات کے قریب ہونے سے اور ایک ایٹم کے باہر گھومتے ہوئے الکٹرون کا دوسرے ایٹم پر چھلانگ لگانے سے ہوا۔ گویا سارے الکٹرون کے اپنے مدار سے ہٹنے سے ہوا۔ کیونکہ اس سے الکٹرون کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ کیونکہ الکٹران جب تک اپنے مدار پر گھومتے رہتے ہیں اپنے اندر ایک مخصوص توانائی رکھتے ہیں اور جسوقت یہ الکٹر ان چھلانگ لگاتے ہیں تو فاضل توانائی (Energy) ایٹم سے باہر نکل جاتی ہے اسی لئے سائنسی اصطلاح میں الکٹرون کے مدار (Orbit) کو Energy level کہا جاتا ہے۔

اب پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ الکٹران اپنے مدار سے چھلانگ کیوں لگاتے ہیں؟ اور وہ کون سی قوت ہے جو انکو چھلانگلنے میں مجبور کرتی ہے اسکے جواب میں سائنس داں ساکت ہیں ، عاجز ہیں۔ گویا اس کا جواب اُسی کے پاس ہے جس نے ایٹم بنایا جس نے چند ایٹموں کو ایک خاص تناسب سے ملا کر خلیے بنایا اور وہی ہے جو خلیے کی کاریگری اور کارکردگی کا خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی استطاعت اور قابلیت اور قلّت علم کو سمجھانیکے لئے طنزً فرمایا کہ اگر سارے انسان

بھی ملکر ایک مکھّی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے، مکھّی کی مثال تو اللہ تعالیٰ نے اسلئے دیا کہ اُس زمانے میں یعنی ساتویں صدی میں سائنسی علوم اس قدر ترقی پر نہیں تھے جسکی وجہ سے ATOM اور خلیہ جیسی چیزیں عام سمجھ سے اونچی تھیں۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک مکھی ہزاروں اور لاکھوں خلیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر خلیہ ہزاروں ایٹموں کے ذرات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں سے صرف ایک ایٹم کو بنا لینا انسانی طاقت سے باہر تھا اور ہے پھر خلیے کے اندر کا عِلم جاننا اور بھی مشکل کام ہے مکھّی کا بنانا تو ایک بڑی بات ہے۔

بارش اور Genetic code

اگر زمین سے ایک مُٹھی مٹی اٹھا ئینگے تو اس میں کھربوں جراثیم نظر آئینگے یہہ بیکٹریا (bacteria)، بارش نہ ہونے سے خوابیدہ (dorment) حالت میں بے حرکت رہتے ہیں یعنی وہ ایک خوابیدہ Genetic Code کی زندگی ہے۔ اور جب بارش ہوتی ہے تو یہ سارے جراثیم، نائٹروجن کے عمل سے ایک بڑی پیداواری مہم شروع کر دیتے ہیں اور اس سے ہزاروں چھوٹے جانور اور کئی بے شمار چھوٹے پودے کے بیج زندہ ہو کر اُٹھتے ہیں اور زمین میں اپنی جڑوں سے ایسے راستے کھولتے ہیں کہ جن کے ذریعے کیڑے مکوڑے زمین میں کھدوائی کا کام کرتے ہیں۔ اسطرح مردہ زمین میں زندگی کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

Genetic Code کیا ہے؟

یہ ایک فارمولا (نسخہ) ہے جسکے ذریعے خصوصیات ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی ہیں یہ کوڈ یا نسخہ یا فارمولا خلیہ میں Chromosome کے اختلاف

کیوجہ سے بنتا ہے۔ کروموسوم یعنی DNA ، پروٹین سے تشکیل پاتے ہیں اور زرخیز زمین میں نائٹروجن کے مرکبات پائے جاتے ہیں ، نائٹروجن ، پروٹین اور امینوایسڈ (Amino acid) وغیرہ مادہ حیات (یعنی protoplasm) کا اہم جز ہیں۔

What is Hydrogen BOND (ہائیڈروجن بندھن) ?

زندہ چیزوں کی بنیادی اجزاء میں ہائیڈروجن کا ایک پُل (Bridge) جیسا ہوتا ہے جس سے زندہ چیزوں کے ایک عضو (organ) کی زندگی قائم رہتی ہے جسکو ہائیڈروجن بندھن (Hydrogen bound) بھی کہتے ہیں۔ اس ہائیڈروجن میں تبدیلی صرف پانی کے بہاؤ (یعنی بارش) سے پیدا شدہ ہائیڈروجن سے ممکن ہے اسلئے پانی زندگی کیلئے ضروری ہے۔ یہ اصول تمام جانداروں کیلئے ہے کہ بغیر پانی کے Genetic Code نہ تو اپنی جگہ سے حرکت کر سکتا ہے اور نہ کسی چیز کو زندگی دے سکتا ہے اور نہ کوئی چیز پیدا کر سکتا ہے۔

جیسے ہی بارش ہوتی ہے تو ہائیڈروجن بندھن کو بارش سے ہائیڈروجن ملتی ہے بس اُسی وقت سے Genetic Code اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔ یہ عمل صرف اُن جانداروں میں دیکھا جا سکتا ہے جو صرف خوردبین سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے، جسطرح بارش ایک مردہ زمین سے Genetic code کو زندہ کر سکتی ہے اُسی طرح اللہ کے حکم سے انسانی کوڈ کو بھی زندہ کیا جائیگا۔

﴿ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴾

[الزخرف:۱۱] اور جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر ہم نے اس سے شہر مردہ کو زندہ کیا۔اسی طرح تم زمین سے نکالے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے حقیقتوں کو اپنے انبیاء کے ذریعے کھولا ہے اِسی کے ساتھ اُس نے دنیا کی تخلیق اس طرز پر کی ہے کہ وہ حقائق معنوی (چھپی حقائق) کی عملی تمثیل بن گئی ہے۔ جیسے یہہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کو مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہے اس حقیقت کو بار بار دکھایا جارہا ہے کہ ہر سال زمین خشک ہو جانے کے بعد بارش ہوتی ہے اور وہ دوبارہ سر سبز ہو جاتی ہے۔ یہ ایک اشارہ ہے کہ اُسی طرح انسان بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائیگا۔

انسانی تولیدی کوڈ اور اُسکی جسامت

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک تقریباً ۱۰۱ ارب انسان دنیا میں رہ چکے ہیں ہر انسان کا genetic code (یا اشارہ) ایک کا میکُرون، ایک میٹر کا ۱۰لاکھواں حصّہ ہے۔اگر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے تولیدی کوڈ کو زمین پر بکھیر دے اور حکم دے کہ ہو جاؤ تو تمام انسان آنکھ جھپکتے ہی پیدا ہو جائینگے۔ بارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ نباتی نامیاتی کوڈ کے وجود سے دلیل دے رہا ہے تاکہ حیاتیاتی تولیدی کوڈ کے وجود اور اسکے روبہ عمل لانی کو انسان مان لے۔

یہ تشبیحات جو اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں بیان فرمایا ہے یہ کھلے ذہن والوں اور تعلیم یافتہ لوگوں کیلیئے ہے کہ جسطرح بارش کے ایک قطرے سے مردہ اور بے جان زمین کو زندگی عطا کی جاتی ہے اُسی طرح مخلوق انسانی کے حیاتیاتی تولیدی کوڈ کو دوبارہ زندہ کرنا آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ بے جان زمین کو زندگی بخشتا ہے۔

﴿وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ﴾ یس:۳۳

اور اِن لوگوں کیلئے مردہ زمین ایک نشانی ہے اسکو ہم نے زندہ کیا اور اس سے ہم نے غلّہ نکالا پس وہ اس میں سے کھاتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں زمین کو مردہ کہا گیا ہے یعنی ہر قسم کی مٹھی مردہ ہے۔آیت میں زمین کو نشانی کہا گیا ہے یعنی یہ اللہ کا حکم ہے۔زمین کی سطح پر زرخیز مٹی کا جمع ہونا اسکے لیے پانی، دھوپ اور ہوا کا انتظام پھر بیج کے اندر نشو و نما کی صلاحیت اس طرح کے بے شمار معلوم اور غیر معلوم اسباب موجود ہیں جو بالاآخر غلّہ۔ پھل اور سبزی کی شکل اختیار کر کے انسان کی خوراک بنتے ہیں ایک پورے نظام برائے بقا وحیات کو وجود میں لانا اور اس کا قائم رکھنا سراسر خدا کی رحمت سے ہوتا ہے۔اگر انسان اسپر سوچے تو وہ شکر کے جذبے سے بھر جاتا ہے۔آج سے صرف ۱۲۰ سال قبل دریافت ہوا ہے کہ مٹی کے اندر زندہ مخلوق (Organism) موجود ہیں اور ۶۰ سال قبل معلوم ہوا کہ زمینی مٹھی میں تقریباً، ۸۰ فیصد بیکٹریا یا جراثیم موجود ہیں جو کہ زندہ مخلوق ہے۔آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمینی مٹی میں سے زندگی نباتات تک پہنچتی ہے۔اور پھر وہاں سے ہم تک پہنچتی ہے۔

اللہ نے مٹی میں نائٹروجن مھیا کر کے پہلے جراثیم بیکٹریا کو پیدا کیا یہ جراثیم نائٹروجن کو اُسوقت استعمال کرتے ہیں جب نائٹروجن، ہائیڈرجن سے ملی ہوئی ہوتی ہے اس مقصد کیلئے انکو بارش اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے اسی وجہ سے دیکھنے میں آتا ہے کہ بارش کے ساتھ ہی مٹی میں سے زندگی پھوٹتی ہے۔ پھر ان بیکٹریا کے ذریعہ Synthesizing کا عمل شروع ہوتا ہے۔زمین میں وہ بیکٹریا ہیں

جو قدرت کے نظام کے مطابق ایک خاص عمل کرتے ہیں۔ یعنی توڑ پھوڑ کر پہلی قسم کے جرثوموں کیلئے راستہ بناتے ہیں۔

اس طرح زمین نہ صرف زندگی رکھتی ہے بلکہ توانائی (Energy) بھی رکھتی ہے۔ مٹی میں زندگی کی ابتداء کر کے اور پھر زمین میں لازمی حیاتیاتی مواد اِکٹّھا کر کے اللہ تعالیٰ نے نباتات پیدا کئے جو دوسری جاندار مخلوق کیلئے ہے (یعنی چرند، پرند، انسان وغیرہ کیلئے)

وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا

حَبًّا ایک طرف تو وہ پودے کا بیج ہے اور دوسری طرف ایک مکمل خلیہ (Cell) یعنی وہ تمام لوازمات اُس میں ہیں جو ایک جسمیہ (یعنی Organism) بناتا ہے۔ایک بیج میں وقت واحد میں کاربوہائیڈریٹ اور پروٹین ہیں جو تمام جانداروں کیلئے انتہائی اہم ہیں۔ ان کے ذریعے جسم کی نمو ہوتی ہے اور امراض سے پیدا ہونے والی کمی کی تلافی ہوتی ہے۔ وٹامن اور معدنیات پائے جاتے ہیں بہر حال ایک بیج وہ تمام چیزیں اپنے میں رکھتا ہے جو زندگی کیلئے ضروری ہے گویا بیج ایک انڈے کے مانند ہے اور انڈا تین بنیادی طریقوں سے ترقی کرتا رہتا ہے۔

(۱) زمین کے اندر جیسے پودوں کا معاملہ ہے۔

(۲) ایک انڈا وہ ہے جو خول میں رہتا ہے جسے عام طور پر پرندوں کے انڈے ہیں۔

(۳) تیسرا، انڈے کی صورت وہ ہے جو رحم مادر میں ہوتی ہے وہ انسانوں اور جانوروں میں ہوتی ہے۔

اسطرح انڈے یا بیج کو نشو و نما پانیکے لئے ایک مخصوص وقت درکار ہے۔ تاکہ اس سے ایک نیا جسمیہ بن سکے۔ علم حیاتیات کی رُو سے یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں بیج کے جرثومے یعنی cell متواتر آپس میں افزائش نسل کے عمل میں اسطرح مصروف رہتے ہیں کہ ایک نیا جسمیہ وجود میں آتا ہے۔ اس دوران میں بیج کی حفاظت ضروری ہوتی ہے۔ زمین کی ایک خاصیت کی وجہ سے دانے کی افزائش ظاہر کیگئی ہے۔ دراصل زمین کی یہ خاصیت یوم آخرت کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ اللہ نے مٹی کو زندگی کے ساتھ ساتھ وہ توانائی بھی عطا کی ہے جسکی مدد سے مزید اور زندگیاں وجود میں آتی ہیں اور نشو و نما پاتی ہیں۔ جسکی مثال غلّے کے نکلنے کا راز ہے کہ جو چیز بھی زمین سے نکلیگی اور پھر زمین میں جائیگی تو دوبارہ اسکو زندگی بخشی جائیگی۔

بے جان زمین میں زندگی کی افزائش اللہ کی قدرت کی ایک عظیم نشانی ہے۔

نائٹروجن - NITROGEN

ہوا میں تقریباً ۷۸ فیصد نائٹروجن موجود ہے۔ نائٹروجن امینو ایسڈ کی ترکیب میں بہت اہم کام کرتا ہے۔ یہ وٹامنس اور ہارمونس کے بنانے میں کارگر ہوتا ہے۔ مٹی اور پانی کے نائٹریٹ سے نائٹروجن حاصل ہوتی ہے۔ ہوا میں موجود نائٹروجن کی بجلی کے ذریعے تکسیر عمل میں آتی ہے یعنی نائٹروجن آکسیجن سے ملکر نائٹریٹ بنتے ہیں جو پودوں کی جڑوں کیلیئے پودوں کو بڑھنے میں مدد دیتے ہیں

فاضل مادوں سے امونیا حاصل ہوتی ہے اور پھر سے نائٹروجن۔ بیکٹریا کے ذریعے امونیا کو نائٹریٹ میں بدلتے ہیں۔ حیوانات سے کھاد حاصل ہوتی ہے پھر زمین کی بیکٹریا جرثومے کھادوں کو امونیا میں تبدیل کرتی ہے۔

فصل کے اگانے سے مٹی کی نائٹروجن استعمال ہوتی ہے۔ مردہ جانوروں کے اجسام میں کاربن، آکسیجن، ہائیڈروجن، نائٹروجن اور فاسفورس ہوتی ہے۔ چنانچہ بیکٹریا کی مدد سے نائٹروجن کا توازن برقرار رہتا ہے۔ پودوں کو نائٹروجن کی طرح کاربن کی بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن دیکھا گیا ہے کہ صرف نائٹریٹ کی کھاد انکو دی جاتی ہے۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ پودوں میں ہوا کی کاربن ڈائی آکسائیڈ سے کاربن حاصل کرنیکی صلاحیت کو ہم photo synthesis (شعاعی ترکیب) کہتے ہیں۔

دوسری طرف پودوں میں ہوا سے نائٹروجن حاصل کرنیکی صلاحیت نہیں ہوتی۔ نائٹریٹ مرکبات بطور کھاد فراہم کئے جاتے ہیں۔ اور مٹی سے پورے نائٹروجن حاصل کرلیتے ہیں۔

جسم اور روح

انسان کی شخصیت ایک دوہری شخصیت ہے یعنی جسم اور روح دونوں کا معاملہ ایک دوسرے سے الگ ہے جہاں تک انسان کے جسم کا تعلق ہے وہ غیر ابدی ہے۔ جبکہ انسان کی روح ایک ابدی وجود کی طرح ہے انسان کی روح ایک غیر مادی چیز ہے۔ وہ مادی قوانین سے بالاتر ہے۔ اور انسان کا جسم مادی قوانین کے تحت ہے اور مسلسل طور پر فنا ہوتے رہتا ہے کیونکہ انسان کا نظام ہاضمہ ایک خلیہ ساز فیکٹری ہے یہ فیکٹری مسلسل طور پر خلیات کی سپلائی کرتی رہتی ہے۔ اسطرح جسم اپنے وجود کو قائم رکھتا ہے اور جسم ہر چند سال بعد ایک نیا جسم بن جاتا ہے۔ لیکن اسکا روحانی وجود کسی تبدیلی کے بغیر اُسی طرح باقی رہتا ہے، چنانچہ کہا گیا ہے کہ انسان کی

شخصیت تغیر کے درمیان عدم تغیر کا نام ہے۔ انسانی جسم میں تغیر (تبدیلی) ہوتا رہتا ہے لیکن روح میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ انسان کی ناکامی کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنی شخصیت کے غیر تغیر حصّے (یعنی روحی) کو نظر انداز کرتا ہے اور اپنی شخصیت کے تغیر پذیر حصّے کو سنوارنے میں لگ جاتا ہے۔ وہ اپنی ساری توجھ فانی انسان کی بہتری میں لگا دیتا ہے اور "ابدی انسان" کی بہتری کیلئے نہ کچھ سوچتا ہے اور نہ کچھ کرتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک محدود زندگی گزا کر مر جاتا ہے اور اس کا فانی وجود اپنی تمام ظاہری ترقّیوں کے ساتھ ہمیشہ کیلئے مٹ جاتا ہے۔ اور اس کا ابدی وجود (یعنی روح) ترقیات سے محروم حالت میں زندگی بعد موت کے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے۔

زندگی کیلئے تو بہت کچھ کیا
آپ اپنے لئے کیا کیا آدمی

زندگی موت کی منتظر ہی سہی
موت کا منتظر کب رہا آدمی

آپ اپنی تباہی کا ساماں کیا
اور قسمت پہ روتا رہا آدمی

قرآن میں اسی زندگی کو بدترین ناکامی کی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ انسان انتہائی اعلیٰ امکانات کے ساتھ پیدا کیا گیا مگر وہ اپنے امکانات کو صرف ناقص طور پر استعمال کیا اور اسکے بعد ہمیشہ کیلئے اپنے اس عدم استعمال کی قیمت دینے کیلئے اپنے ابدی دَور حیات میں داخل ہو جاتا ہے۔

غیر تفکیری جسم اور تفکیری روح

سوچنے کی صلاحیت ساری مخلوق میں سے صرف انسان ہی میں ہے۔ تصوراتی فکر انسان کی ایک ایسی صفت ہے جو اس وسیع کائنات کی کسی بھی چیز میں نہیں پائی جاتی۔اس لئے کہا گیا ہے کہ انسان ایک سوچنے والا حیوان ہے۔

اسطرح انسان کی شخصیت دو چیزوں پر مشتمل ہے غیر تفکیری جسم اور تفکیری روح۔ جو لوگ اپنے امکانات (صلاحیتوں) کو محدود طور پر صرف مادی دائرے میں استعمال کرتے ہیں اور اپنے وجود کے تفکیری حصّے کی ترقی کیلیئے کچھ نہیں کرتے وہ لوگ دوسرے لفظوں میں اپنے موت سے پہلے کی عمر جسمانی ترقی میں صرف کر دیتے ہیں اور جہاں تک ذہنی ترقی کی بات ہے یعنی Intellectual development اسکے لیے لوگ کچھ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جب موت آتی ہے تو وہ اس طرح مرتے ہیں جیسے ایک حیوان مرتا ہے (Live-eat & die) یعنی جسم کو موٹا کیا اور اگلے دَورِ حیات میں اسطرح داخل ہوا کہ اس کا ذہن تمام ترقیوں سے محروم۔ایسی صورت میں سوائے افسوس کرنے کہ کچھ باقی نہیں رہتا۔

﴿إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا﴾﴿إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ﴾ [الانشقاق: ١٤-١٣]

انسان ہی کے اندر مستقبل یعنی کل کا تصّور ہے۔ بقیہ مخلوق صرف آج کا تصّور رکھتے ہیں۔ انسان میں کل کا شعور ہے کہ کل کیا کرنا ہے کیا کریں تو کیا ہو گا اور کیا نہ کریں تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ اسطرح انسان مستقبل کو نشانہ بنا کر زندگی گزارتا ہے اور بقیہ مخلوق صرف حال میں جیتی ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ وہ لوگ بد ترین ہیں جو اپنی صلاحیتوں کو صرف آج کی چیزوں میں لگا دیتے ہیں اور اپنے کل کی تعمیر کیلئے کچھ نہیں کرتے۔ زندگی میں کام آنیوالی چیز مادی ترقیاں ہیں اور بعد زندگی کام آنیوالی چیز ذہنی اور روحانی ترقیاں ہیں۔

انسان لامحدود صلاحیتوں کے ساتھ لامحدود خواہشات بھی رکھتا ہے۔ انسان اپنی صلاحیتوں کا صرف اسقدر استعمال کرتا ہے کہ اُن سے موت سے قبل کی زندگی راحت سے گزرے، یہہ خودرُخی زندگی ہے۔ موت کے بعد کی زندگی کیلئے خدارُخی زندگی نہیں گزرتا۔

انسان دو دَور حیات کیلئے منصوبہ بندی کرنا چاہیے۔ انسان موت سے پہلے کے دور حیات میں مادی چیزوں کے معاملے میں صرف ضرورت پر قناعت کرے اور اپنے وقت اور اپنی صلاحیتوں کا زیادہ تر حصّہ اسپر خرچ کرے کہ وہ موت کے بعد کی زندگی میں ایک مُطہّر شخصیت اور ایک مزکّٰی شخصیت (purified personalist) کے ساتھ داخل ہو، تاکہ اسکو ہمیشہ رہنے والی آخرت کی زندگی میں عزت راحت اور جنت والی زندگی مل سکے۔

موت کے بعد والی زندگی میں کامیابی کیلئے موجودہ دنیوی زندگی کے اوقات اور مواقع کو روحانی اِرتقاء استعمال کرے۔ ایسا شخص موت کے بعد با قیمت ٹھیر لگا۔ اسلئے کہ اس نے دنیوی زندگی جیسے مفادپرستی کے بجائے اصول پسندی کو اختیار کیا جس نے نفساتی انسان بننے کے بجائے ربّانی انسان بننے کی محنت کیا جس نے اللہ کے حکم اور رسول کے طریقہ پر زندگی گزاری جس نے اپنے نفس میں اچھے صفات پیدا کیا۔

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و جملہ معاونین و اہل و عیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا یقین، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے۔

مؤلف

قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

ڈی۔یف۔ی۔ ناگپور کالج

مؤلف کتاب "اصلاحی تحفہ" خادم تدریس القرآن

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی